کارڈز میں بیع کی حقیقت اور عصرِ حاضر کے مالیاتی اداروں میں اس کا طریقہ کار

Cards in the Frame of Contracting according to the Sharia point of view and its current Practices in Financial institutes.

امتیاز احمد کھوسہ *

ڈاکٹر اعجاز علی کھوسہ**

ABSTRACT:
Cards are the plastic money of current era, and Baie by means of dealing with one another is little much we know about. In this article we will discuss the Contract, use and framework of Baie and its kinds are used by every and each financial institute, in the light of Qur'an and Sunnah, Ijma-e-Umma and religious researchers.
Keywords: Definition of Contract, Conditions, Kinds, Practices, Current era.

بیع کی لغوی تعریف:

صاحبِ النتف فی الفتاویٰ لکھتے ہیں: مقابلة شیءبشیء[1]۔ ایک چیز کا دوسری چیز سے تبادلہ کرنا۔ لفظِ بیع دو متضاد معنوں کا حامل ہے یعنی خریدنا اور بیچنا ایسے الفاظ کو عربی میں اسماء الأضداد کہا جاتا ہے جن کا اطلاق اس لفظ پر بھی ہوتا ہے اور اس کے اضداد پر بھی ہوتا ہے اسی طرح لفظِ شراء بھی اضداد میں سے ہے، چنانچہ عاقدین کو فقہاء کی اصطلاح میں بائع اور مشتری کہا جاتا ہے۔ مزید تشریح کرتے ہوئے صاحبِ النتف الفتاویٰ لکھتے ہیں:

تعریف البیع :البیع مبادلة مال أو منفعة ،علی التأبید ،تملّکاًأو تملیکاً.والبیع عقد من عقود المعاوضات التی منها الاجارة والقرض ،وهو أعمّ من التجارة ،لأن البیع یکون من تاجر أو غیرِ تاجر،وقد یشتری الانسان شیأاً لایقصد به بیعه بربح ، فلایکون تجارة[2]۔

ترجمہ: مال کا مال کے عوض ملکیت دینا، لینا یا مال کے عوض منفعت حاصل کرنا باہمی رضامندی سے اور بیع عقودِ معاوضات میں سے ایک عقد ہے اسی میں سے اجارہ اور قرض ہے اور یہ بیع تجارت سے عام ہے، کیونکہ بیع تاجر اور غیر تاجر دونوں سے ہو سکتی ہے انسان کا اسے مقصد نفع کمانا نہیں ہوتا تو یہ تجارت نہیں ہے۔

اصطلاحی تعریف:

احناف کے ہاں بیع کی اصطلاحی تعریف حسب ذیل ہے:

مبادلة مال علی وجه مخصوص[3]۔ یعنی مخصوص طریقہ سے مال کا مال کے ساتھ تبادلہ کرنا بیع ہے۔

بیع کا اثبات قرآن سے:

*Research Scholar, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi.
**Assistant Professor, University of Sufism and Modern Sciences, bhitshah, Sindh.

اعلم أن الله تعالى أحل البيع وأباحه وحرّم الرِّبا ونهى عنه فقال عزّ و جلّ :أحل الله البيع وحرّم الربو ا۔وقال عز وجل :یاأیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل الآأن تکون تجارۃ عن تراض منکم۔[4]

ترجمہ: یہ بات جن لو کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور اسکی اجازت فرمائی اور سود کو حرام قرار دیا اور اسے منع فرمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔'اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام فرمایا'۔ دوسری جگہ پہ ارشادِ باری ہے، اے ایمان والو ایک دوسرے کے اموال ناجائز طریقے سے مت کھاؤہاں یہ کہ ایک دوسرے کی رضامندی سے تجارت کر کے کھاؤ۔

ملکیت کے اقسام اور ان کی وجہ حصر:

واعلم أنه البيع تمليك والتمليك على وجهين :أحدهما تمليك منافع الأشياء ۔والثانی:تمليك أعيان الأشياء۔وتمليك أعيان الأشياء على وجهين:تمليك ببدل مثل الثمن والهبة على شرط العوض بعد القبض وتمليك من غير بدل مثل الهبة والصدقة لا بشرط العوض۔[5]

ترجمہ: یہ بات یقینی ہے کہ بیع کے ذریعے ملکیت حاصل ہوتی ہے، پھر یہ ملکیت دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے، ان میں سے ایک چیزوں کے منافع کی ملکیت اور دوسری اشیاء کے عین کی ملکیت ہے۔ پھر اشیاء کے عین کی ملکیت یا توکسی معاوضے کے عوض حاصل ہو گی، مثال کے طور پر قبضے کے بعد ثمن کے عوض یا پھر ہبہ کی جائے، بغیر عوض کے شرط پر یا تملیک بغیر معاوضے کے حاصل ہو گی، مثال کے طور پر ہبہ اور صدقہ بغیر معاوضے کی شرط پر حاصل ہو۔

منافع کی ملکیت کا خلاصہ بطورِ وجہ حصر:

وتمليك منافع الأشياء على وجهين تمليك ببدل مثل الاجارة وتمليك من غير بدل مثل العارية۔[6]

ترجمہ: منافع کی ملکیت دو طریقوں سے حاصل ہوتی ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ منافع کی ملکیت کسی معاوضے کے عوض حاصل ہو مثال کے طور پر اجارہ ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بغیر معاوضے کے ملکیت حاصل ہو مثال کے طور پر ادھار۔

بیع کے منعقد ہونے کیلئے لازمی پانچ اشیاء ہوتی ہیں، جیسے کہا گیا ہے کہ:

واعلم أن البيع لاینعقد الا باجتماع خمسة أشياء: أحدها اجتماع المتعاقدين والثانی اعلام الثمن والثالث اعلام المبيع والرابع اعلام الشیء الذی له قيمة والخامس القبض۔[7]

ترجمہ: بیع میں سب سے پہلی یہ بات ہوتی ہے کہ عاقدین باہمی رضامندی کے ساتھ ایجاب و قبول کرلیں، دوسری بات یہ ہے کہ ثمن متعین ہو، تیسری بات یہ ہے کہ مبیع متیعن ہو، چوتھی بات یہ ہے کہ اس چیز کی قیمت متعین ہو، اور پانچویں بات یہ ہے کہ اس چیز پر قبضہ بھی ممکن ہو۔

1: **ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہونے کی وضاحت:**اما اجتماع المتعاقدين فيفسره أن البيع لا يكون الا بين اثنين وايضا لايجوز أن يكون الرجل الواحد بائعاً ومشترياً الا فی مكان واحد۔۔۔۔۔۔۔الخ۔[8]

ترجمہ: متعاقدین کے جمع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بیع دو طرفہ دو آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے، اسی وجہ سے ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ میں ایک ہی آدمی بائع و مشتری نہیں ہو سکتا ہے۔

2: **ثمن متعین ہونے کی ضرورت**

وأما أعلام الثمن فان جهالة الثمن نفسه تفسد البيع[9]۔

یعنی اگر ثمن کی تعین نہ ہوئی تو جہالتِ ثمن بذاتِ خود مفسد بیع ہے۔

3: **مبیع متعین ہو**

واما اعلام المبيع فلأن جهالة المبيع ايضا تفسد البيع[10]

یعنی اسی طرح مبیع کی عدم تعیین بھی مفسدِ بیع کا سبب بنتی ہے۔

4: **مبیع قدر والی چیز ہو**

وأمّا الشيء الذى له قيمة فيقع به البيع لأن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ[11]

ترجمہ: اور جس چیز پر بیع ہو رہی ہو وہ چیز قدر اور قیمت والی ہو، مثلاً شراب، خنزیر، مردار اور خون یہ قدر والی اشیاء میں سے نہیں ہیں۔ ہر عقد کسی چیز کیساتھ مخصوص ہوتی ہے مثلاً نکاح دو شاہدوں کے اکٹھے ایک ہی جگہ میں جمع ہونے کے ساتھ مخصوص ہے، ہبہ قبضے کے ساتھ مخصوص ہے۔ اجارہ متعین اجرت کے ساتھ خاص ہے اور بیع ثمن اور مبیع کی تعیین کے ساتھ مخصوص ہے۔

5: **مبیع کا ملکیت میں ہونا ضروری ہے:** اسکی تشریح آگے آنے والی ہے۔ مبیع میں لازمی اشیاء اور اسکے سات احوال:

أولها أن يكون المبيع حاضراً معيناً لهما فالبيع فيه جائز بلا خلاف۔۔۔[12] یعنی مبیع کے سات احوال ہیں، سب سے پہلے مبیع حاضر و متعین ہو، دوسرا حال یہ ہے کہ اگر مبیع غائب بھی ہو تو اس میں دو شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ، وہ مبیع ایسی ہو کہ جس کے حوالے کرنے کی بائع میں قدرت تو ہو لیکن اس چیز کے لیکر آنے اور حوالے کرنے میں مزید مشقت نہ اٹھانی پڑے مثال کے طور پر سامان یا جانور وغیرہ ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بائع اس چیز کے حوالے کرنے کی قدرت تو رکھتا ہے، لیکن اس چیز کے حوالے کرنے میں بائع کو مزید مشقت اٹھانے کی نوبت آئیگی مثلاً درخت میں لگے ہوئے پھل ہیں تو بہر حال دونوں کی بیع جائز ہے تیسرا حال یہ ہے کہ بائع کو اس چیز کے حوالے کرنے کی بالکل قدرت نہ ہو مثال کے طور پر بکری کے پیٹھ پر موجود اون کی بیع یا ان جانوروں کے بچوں کی بیع جو ابھی جانوروں کے پیٹ میں ہیں یا بھگوڑے غلام وغیرہ کی بیع ہو تو، ان صورتوں میں بیع فاسد ہو جائیگا۔ چوتھا حال یہ کہ مبیع گم نہ ہو، کیونکہ پھر بیع فاسد ہو جائیگی اور آپ ؐ نے ہر اس چیز کی بیع سے منع فرمائی جو کہ انسان کے اپنی ملکیت میں نہ ہو۔ پانچواں حال یہ کہ مبیع اس مشتری کو بیچ کر دینا کہ جو پہلے سے اس مشتری کے پاس قرض کی صورت میں موجود تھا۔ چھٹا حال یہ کہ مبیع امانت، ادھار اور اجارے پر جس شخص کے پاس ہو اسی کو بیچ کر دینا لیکن نئے قبضے کے ساتھ کیونکہ قبضہ اول قبضہ بطور امانت تھا اور قبضہ ثانی بطور ضمان ہے، کیونکہ قبضہ امانت میں اگر مشتری ثانی کے قبضہ سے پہلے مبیع ہلاک ہو گیا تو گویا کہ بائع کی چیز ہلاک ہو گئی، اگر وہ چیز قبضہ جدید کے بعد ہلاک ہو گئی تو مشتری کی چیز ہلاک ہو گئی۔ ساتواں حال یہ ہے کہ غاصب، سارق، خائن مشتری

کو ہی چیز بیچ کر دینا یہ بیع بھی جائز ہے اور اس میں نیا قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ قبضہ اول اور قبضہ ثانی، قبضہ ضمان ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے قائم مقام ہو جائیں گے، پھر اس صورت میں اگر وہ چیز قبضہ ثانی سے پہلے ہلاک ہو گئی تو مشتری کی ہی چیز ہلاک ہوئی۔

بیع تین طریقوں سے ممکن ہے:

قال والبیع علی ثلاثة أوجه: أحدها ثمنان وهذا هو الصرف ،والثانی عوضان وهذه هی المقایضة، والثالث عوض وثمن وهذا هو البیع المطلق۔[13]

ترجمہ: اگر ثمن کا ثمن کے عوض تبادلہ ہو تو اسکو بیع صرف کہا جاتا ہے، اور اگر سامان کو سامان کے عوض بیچا جائے تو اسکو بیع مقایضہ کہا جاتا ہے، لیکن اگر سامان کے عوض قیمت ادا کی جائے تو اسکو بیعِ مطلق کہا جاتا ہے۔

اسی طرح بیع کے اقسام کے بارے میں علامہ سمرقندی اپنی مشہور کتاب تحفۃ الفقہاء میں لکھتے ہیں:

أنواع أربعة أحدها بیع العین بالعین کبیع السلع بأمثالها نحو بیع الثوب بالعبد وغیره ویسمی هذا بیع المقایضة والثانی بیع العین بالدین نحو بیع السلع بالأثمان المطلقة وبیعها بالفلوس الرا ئجة والمکیل والموزون والعددی المتقارب دیناً والثالث بیع الدین بالدین وهو بیع الثمن المطلق بالثمن المطلق وهو الدراهم والدنانیر وانه یسمّٰی عقد الصرف الخ. والرابع :بیع الدین بالعین وهو السلم فان المسلم فیه مبیع وهو دین رأس المال قد یکون عیناً وقد یکون دیناً ولکن قبضه شرط قبل افتراق العاقدین بأنفسهما فیصیر عیناً۔[14]

اور علامہ کاسانی بیع کی اقسام کے بارے میں فرماتے ہیں: البیع فی القسمة الأولی ینقسم: قسمین، قسم یرجع الی البدل، وقسم یرجع الی الحکم أما الّذی یرجع الی البدل۔۔۔۔الخ[15]۔ یعنی دین کو عین کے عوض بیچنے کو بیع سلم کہا جاتا ہے۔ دین کو دین کے عوض بیچنے کو بیع صرف کہا جاتا ہے۔ سامان کو سامان کے عوض بیچنے کو بیع مقایضہ کہا جاتا ہے اور اگر مبیع کو نفعہ کے ساتھ بیچا جائے تو اسکو بیع مرابحہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر مبیع کو اسکی خریدی ہوئی قیمت کے عوض بیچا جائے تو اسکو بیع تولیہ کہا جاتا ہے اور اسی کو بیع اشتراک بھی کہا جاتا ہے۔ اگر مبیع خریدی ہوئی قیمت سے کم پر بیچی جائے تو اسکو بیع وضیعہ کہا جاتا ہے۔

ثمن سے متعلق شرائط:

خرید و فروخت کے معاملے میں جو چیز صرف ثمن قرار پاتی ہو، درج ذیل شرائط کا پایا جانا ثمن میں بھی ضروری ہے:

شرط نمبر 1: ثمن کی نوعیت اور مقدار کا معلوم ہونا:

جو چیز بطورِ ثمن معاملہ میں طے ہو، اس کی مقدار (Quantity) معلوم ہونا لازم ہے، پھر مقدار کی تعیین کبھی اشارہ کے ذریعے ہو گی یہ اس ہو گا جب وہ چیز سامنے موجود ہو، اگر وہ چیز مجلس میں موجود نہ ہو تو پھر زبانی طور پر مقدار بیان کرنا ضروری ہو گا۔ اسی طرح اگر طے کئے جانے والے ثمن کی ایک سے زائد انواع (Sorts) ہوں تو ثمن کی نوعیت طے کرنا بھی لازم ہے، مثلاً ڈالر کی کئی انواع و اقسام ہیں اور ہر ایک کی مالیت (قوتِ خرید) بھی دوسرے مختلف ہے لہٰذا ڈالر کے ذریعے بیع اس وقت درست ہو گی جب اس کی خاص نوع بھی طے کی جائے، البتہ ایسی

صورت(ثمن کی متعدد انواع کی صورت) میں اگر ایک نوع دوسروں کی بنسبت زیادہ مروج(Prevalent)ہو(مثلاً پاکستان میں امریکن ڈالر زیادہ معروف ہے) جب کسی دوسری نوع کی ادائیگی طے نہ ہو تو وہ مروج نوع خود بخود متعین ہو گی اور معاملہ اسی کے مطابق طے شدہ شمار ہو گا[16]

اشارہ کے ذریعے ثمن کی تعیین کی شرائط:

اشارہ کے ذریعے ثمن کی تعیین اس وقت ہو سکتی ہے جب مبیع اور ثمن دونوں ان اموال میں سے نہ ہوں جن کے Exchange کے وقت مقدار میں برابری(Equality)ضروری ہوتی اور برابری اس وقت ضروری ہوتی ہے جب مبیع(Outsold)اور ثمن (Price) دونوں ہم جنس(Homogeneous) ہوں اور ساتھ وزن کی جانے یا پیمانہ کی جانے چیزوں میں سے ہوں، اگر اس طرح کی کوئی صورت ہو گی تو وہاں پھر اشارہ اور تخمینے کے ذریعے ثمن کی تعیین درست نہیں ہو گی بلکہ حقیقی مقدار کا معلوم ہونا اور یقینی طور برابر سرابر تبادلہ (Equal Exchange) کرنا ضروری ہو گا۔ نیز سلم کی صورت میں بھی ایسی چیز (یعنی وزن یا پیمانہ کے ذریعے طے ہونے والی چیز) کو اگر ثمن (رأس المال) بنایا جائے تو اس میں بھی حقیقی مقدار واضح کرنا ضروری ہوتا ہے۔[17]

شرط نمبر2: ادھار معاملے میں قیمت کی تاریخ ادائیگی (Payment Date)واضح طور پر طے کرنا:

عام طور خرید و فروخت کے تین طریقے معروف ہیں: ایک یہ کہ خرید و فروخت دست بدست(Hand to Hand)ہو، یعنی فروخت شدہ اثاثہ اور قیمت دونوں معاملہ کے وقت ہی ایک دوسرے کے حوالے کئے جائیں، اس کو فقہ کی اصطلاح میں بیع معجل(Cash Sale) کہا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قیمت کی ادائیگی تو فوری ہو، لیکن فروخت شدہ چیز کی حوالگی (Delivery) مؤخر کی جائے۔ اس کو بیع سلم کہا جاتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ فروخت شدہ چیز کی حوالگی فوری طور پر ہو اور قیمت کو ادھار کر دیا جائے، اس کو فقہ کی اصطلاح میں "بیع نسیئۃ اور بیع مؤجل"(Credit Sale/Deferred Sale) کہا جاتا ہے۔

بیع مؤجل میں سب سے پہلے تو فروخت کنندہ کی رضامندی ضروری ہوتی ہے، اس کی مرضی کے بغیر خریدار کا اپنی طور پر قیمت ادھار کر دینے کا کوئی اعتبار نہیں، دوسرا یہ کہ قیمت کی ادائیگی کی مدت واضح طور پر طے کرنا لازم ہے کہ فلاں تاریخ کو یا فلاں مہینے کے فلاں دن دن کو قیمت کی ادائیگی ہو گی، اسی طرح اگر یہ کہہ دیا کہ چھوٹی یا بڑی عید کے دن قیمت کی ادائیگی ہو گی تو بھی جائز ہے، البتہ یہ کہنا صحیح نہیں ہو گا کہ گرمی کے موسم آنے یا ختم ہونے تک یا بارش ہونے تک قیمت کی ادائیگی کی جائے گی، کیونکہ ان جیسی مدتوں میں آگے پیچھے ہونے کے کافی احتمالات ہیں جو بعد میں نزاع (Conflict)کا سبب بن سکتے ہیں۔ لیکن ملحوظ رہے کہ بیع مؤجل صرف اس کو کہا جائے گا جب معاملہ کرتے وقت ہی فریقین کی مرضی پر یہ واضح طور پر طے کیا جائے کہ قیمت کی ادائیگی بعد میں ہو گی، اگر معاملہ کرتے وقت اس طرح کوئی بات نہیں ہوئی اور خریدار نے قیمت فوری طور پر ادا بھی نہیں کی تو اس صورت میں یہ ثمن معجل ہی شمار ہو گا، لہٰذا فروخت کرنے والا کسی بھی وقت چیز کی قیمت کے مطالبے کا حق رکھتا ہے اور جب تک خریدار یہ ثمن ادا نہیں کرے گا اس وقت تک فروخت کنندہ اس سے مبیع کو روک بھی سکتا ہے، ہاں اگر فروخت کنندہ خریدار کے ساتھ رعایت کرنا چاہے اور قیمت ادا کئے بغیر اس کے حوالے کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[18]

ادھار کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت:

بیع کے معاملہ میں ادھار کی کم سے کم مدت یا زیادہ سے زیادہ مدت کی شرعاً کوئی تحدید (Limitation) نہیں، بلکہ معاملہ کے فریقین جس بھی مدت پر متفق ہو جائیں (اگرچہ وہ بہت طویل مدت ہو) وہ طے کرنا درست ہو گا، بشرطیکہ کوئی معلوم مدت طے کریں۔[19]

شرط نمبر3: ثمن(Price) کا مال(Valuable) ہونا:

جیسا کہ مبیع میں یہ ضروری ہے کہ وہ مال ہو اور اگر مبیع ایسی چیز ہو جو سرے سے مال ہی نہ ہو وہ بیع باطل و کالعدم ہوتی ہے تو اس طرح ثمن میں بھی یہ ضروری ہے کہ مال کی تعریف داخل ہو یعنی مبیع کیلئے مالِ متقوم ہونا لازمی شرط ہے اسی طرح ثمن میں یہ ضروری ہے کہ مالِ متقوم ہو، یعنی ایسی چیز ہو جو لوگوں کے عرف میں بھی قابلِ قیمت ہو اور شرعاً بھی قابلِ استعمال ہو لیکن اس شرط کے حوالہ سے مبیع اور ثمن میں فرق یہ ہے کہ مبیع اگر مالِ متقوم نہ ہو تو وہ بیع بالکل باطل اور کالعدم ہو گی، جبکہ ثمن اگر مالِ متقوم نہ ہو تو اس کی وجہ سے بیع باطل نہ ہو گی، بلکہ فاسد ہو گی، یعنی اگر خریدار کی طرف سے بیع ختم کئے بغیر اس حالت میں مبیع پر قبضہ ہو جائے تو وہ اس کا مالک شمار ہو گا اور اگر اس نے کوئی مالکانہ تصرف کر لیا تو وہ بھی نافذ ہو جائے گا، جبکہ اس ثمن کی جگہ اس چیز کی بازاری قیمت خریدار پر لازم ہو گی[20]۔

بیع کی قسمیں(Kinds):

بیع کی ایجاب اور قبول کی اعتبار سے چار قسمیں ہیں:

بیع نافذ: اگر ایجاب و قبول ہونے کے فوراً بعد (اشیاء مبادلہ پر) حق ملکیت حاصل ہو جائے اسے بیع نافذ یا بیع قطعی کہتے ہیں۔

بیع موقوف یا بیع مشروط: اگر بیع میں بائع یا مشتری نے اپنا ایجاب و قبول کسی دوسرے شخص (مثلاً باپ پر یا وکیل ہونے کی صورت میں مالک) کی اجازت پر مشروط کیا ہو اس صورت میں بیع واقع تو ہو جائے گی مگر یہ بیع موقوف یا مشروط ہو گی۔

بیع فاسد یا ناقص: اگر بیع کا انعقاد اس وقت پر رکھا جائے جب کہ قبضہ حاصل ہو تو ایسی بیع فاسد یا ناقص ہو گی۔ بیع فاسد کی ایک دوسری تعریف یہ بھی ہے کہ بیع میں کوئی غیر ضروری شرط لگانا یا ایسی شرط جس کا عقدِ بیع سے کوئی تعلق نہ ہو وہ بیع فاسد ہوتی ہے مثلاً بائع سے مبیع اس شرط پر خریدنا کہ وہ (بائع) مشتری کو قرض حسنہ دے۔

بیع باطل: اگر بیع سے حق ملکیت حاصل ہی نہ ہو تو ایسی بیع کو بیع باطل کہتے ہیں۔ مثلاً ناپاک یا حرام اشیاء کی بیع۔ ایسے سودا میں بیع کا گویا وجود ہی نہیں ہوتا، کیونکہ مسلمان حرام یا ناپاک اشیاء کا مالک بن ہی نہیں سکتا کیونکہ حرام اور ناپاک مال مالِ متقوم ہی نہیں ہوتا۔ البتہ اہلِ کتاب یا غیر مسلم ناپاک یا حرام اشیاء کا معاہدہ کریں تو ان کی بیع درست ہو گی مثلاً دو اہلِ کتاب یا کافر شراب یا سور کی بیع کریں۔[21]

مبیع کے طور پر بیع کی صورتیں:

بیع مقایضہ: ایسی بیع جس میں مال کا تبادلہ مال سے کیا جائے اس بیع میں جن دو مالوں یا اشیاء کا تبادلہ کیا جائے ان میں سے ایک مبیع اور دوسرا ثمن یا قیمت کے قائم مقام بن جاتا ہے۔

بیع صرف: اگر نقدی کی بیع نقدی سے کی جائے تو اس بیع کو صرف یا (صرافہ) کہتے ہیں اور اس قسم کا کاروبار تجارت کرنے والے کو صراف کہتے ہیں۔ دراصل صرف کے معنٰی نقدی کو اسی جیسی نقدی کے عوض فروخت کرنے کے ہیں۔ مثلاً روپے کر ریال لینا۔

بیع سلم: ایسی بیع بیع جس میں غیر حاضر مبیع کی قیمت پیشگی وصول کی جاتی ہے۔بیع سلم کی ایک تعریف نقدی کو کسی مال سے فروخت کرنا بھی ہے۔اس کا دوسرا نام بیع سلف بھی ہے۔

بیع مطلق: جب کوئی شئ دست بدست یا ادھار فروخت کی جائے تو ایسی بیع کو بیع مطلق کہتے ہیں اور جب بیع کا الفاظ بولا جائے تو عرفِ عام میں اسے بیع مطلق ہی سمجھا جاتا ہے۔اور اس کے علاوہ بیع کی کوئی خاص قسم کا نام لینا ہو تو اس قسم کا اصطلاحی نام (مقایضہ، صرف، سلم وغیرہ) لیا جاتا ہے۔[22]

قیمت یا تجارتی نفع و نقصان کے لحاظ سے:

بیع مساومہ: کوئی شئے کسی قدر نقد داموں کے عوض خریدی خواہ وہ دام اس شئے کی بازاری قیمت کے برابر ہوں یا کم و بیش۔

بیع مرابحہ: نفع کی بیع۔

بیع تولیہ: ایسی بیع کہ مشتری نے جتنے میں کوئی شئے خریدی ہے اتنے میں ہی آگے فروخت کر دے۔

بیع الضیعہ: نقصان یا گھاٹے کی بیع۔[23]

کارڈ، اس کے ساتھ کئے جانے والی بیع و معاملات اور ان کی شرعی حیثیت

کارڈ کی لغوی تحقیق:

صاحبِ قاموس المحیط لکھتے ہیں:

البطاقة، ککتابة: الرقعة الصغیرة[24]۔یعنی بطاقۃ بروزن کتابۃ کاغذ کے چھوٹے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔

صاحبِ تاج العروس لکھتے ہیں،

البطاقة ککتابة۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ الورقة[25]۔یعنی بطاقۃ بروزن کتابۃ ہے جو صفحہ کے معنٰی میں آتا ہے۔

صاحبِ معجم الوسیط لکھتے ہیں،

البطاقة: الرقعة الصغیرة من الوق وغیرہ یکتب علیها بیان ما تعلق علیه۔[26]

ترجمہ: کاغذ وغیرہ کا چھوٹا سا ٹکڑا کہ جس میں کسی بھی چیز کے متعلق کوئی تحریر درج کی گئی ہو اور اس سے البطاقة الشخصية نکلتا ہے یعنی شناختی کارڈ اور اسی طرح ایک البطاقۃ العائلیۃ یعنی فیملی کارڈ۔جمع اسکی بطائق و بطاقات ہے۔

صاحبِ مجمع البحار کارڈ کے بارے میں لکھتے ہیں: البطاقة فيه: يؤتى برجل و تخرج له "بطاقة" فيها شهادة۔ البطاقة رقعة صغیرة یکتب فیها وزنا تجعل هی فی ان کان عینا فوزنه أو عدده وان کان متاعاً فثمنه۔[27]۔

ترجمہ: علماءِ اہلِ لغت کے مذکورہ بالا تشریح سے اس بات کا اثبات ہوا ہے کہ کارڈ صفحے کے اس چھوٹے سے حصے کو کہا جاتا ہے کہ جس میں کوئی مقررہ اور متعینہ تحریر اپنے چوائس کے مطابق درج کی جائے۔

کارڈ کی اصطلاحی تعریف:

علامہ عبد اللہ بن سلیمان بن عبد العزیز اپنی مشہور کتاب البطاقات المعاملات المالیۃ میں کارڈ کی اصطلاحی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: المرادبطاقات المعاملات المالیۃ اجمالا: جمیع انواع البطاقات اللتی تستخدم فی تسویۃ المدفوعات، والتی تمکن حاملھا من الحصول علی السلع والخدمات وکذاالنقد۔۔۔الخ۔[28]

ترجمہ: ان کارڈز کے ذریعے لین دین کی صورت میں مالیاتی معاملات میں اجمالاً یہ مراد ہوتا ہے کہ کارڈ کے ذریعے رقوم، اشیاء اور خدمات کی وصولی اور حصولی آسان ہو جاتی ہے۔ اس طرح کے کارڈ کی بہت ساری اقسام ہیں۔

مذکورہ بالا میں لفظِ کارڈ کی تشریح اور وضاحت کی گئی ہے اور اب مندرجہ ذیل میں کارڈ کی مشہور اقسام کو بیان کیا جائیگا۔

کریڈٹ کارڈ اور اسکی اقسام:

مولانا مفتی تقی عثمانی کریڈٹ کارڈ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: کارڈ ہولڈر کا کارڈ جاری کرنے والے ادارے میں اکاؤنٹ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ کارڈ ہولڈر کارڈ جاری کرنے والے ادارے کیساتھ ادھار لینے کی صورت میں جو معاہدہ اور Contract کرتا ہے وہ سود پر ہی کرتا ہے، پھر اس معاہدے میں کارڈ جاری کرنے والا ادارہ اگرچہ ایک متعین مدت فراہم کرتا ہے کہ اگر اسی مدت میں ادائیگی کر دی گئی تو کارڈ ہولڈر کو سود دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اگر متعینہ مدت میں ادائیگی نہیں کی گئی تو سود ادا کرنا کارڈ ہولڈر کیلئے ضروری ہو جائے گا۔ اصلاً معاہدہ سود کی بنیاد پر ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی کا وعدہ ہوتا ہے۔ اس کارڈ میں تجدیدِ مدّت کی بھی سہولت موجود ہے جس کی وجہ سے ادائیگی کی مدت میں کچھ مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ میں سود میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں سود والی رقم لی بھی جاتی ہے[29]۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ کریڈٹ کارڈ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھتے ہیں:

بطاقۃ الائتمان المتجدد أوبطاقۃ الاقراض الربوی والتسدید علیٰ اقساط Credit Cardوھی التی تمنحھا البنوك المصدرۃ لھا لعملائھا، علی أن یکون لھم حق الشراء والسحب نقدا فی حدود مبلغ معین، ولھم تسھیلات فی دفع قرض مؤجل علی أقساط، وفی صیغۃ قرض ممتد متجدد علی فترات، بفائدۃ محددۃ ھی الزیادۃ الربویۃ۔[30]

ترجمہ وتشریح: کریڈٹ کارڈ وہ کارڈ ہے جو کہ بینک خریداروں اور گاہکوں کیلئے اشیاء خریدنے اور متعین تناسب میں کیش حاصل کرنے اور نکالنے کی اجازت کیساتھ جاری کرتا ہے۔ قسط وار قرض مؤجل ادا کرنے کی سہولت بھی بینک عام گاہکوں کو دیتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً وہ قرضہ جات جو کہ سود کیساتھ بڑھتے بڑھتے رہتے ہیں ان کی ادائیگی میں بھی سہولت ہو جاتی ہے۔ یہ کارڈ آج کل عام ہو چکا ہے۔

مفتی تقی عثمانی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اس کارڈ کے حامل کا بھی کوئی اکاؤنٹ ادارے میں نہیں ہوتا بلکہ وہ ادھار پر سود کا ہی معاہدہ کرتا ہے۔ اس معاہدے میں اگرچہ ادارہ ایک متعین مدت فراہم کرتا ہے کہ جس میں اگر حامل بطاقہ ادائیگی کر دے تو اس کو سود ادا کرنا نہیں پڑتا لیکن اصلاً معاہدہ سود کی بنیاد پر ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی کا وعدہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں تجدید مدت Rescheduling کی سہولت بھی موجود ہوتی ہے، جس سے ادائیگی کی مدت بڑھ جاتی ہے، البتہ اس کے ساتھ ساتھ شرح سود میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور بعض صورتوں میں اضافی رقم لی جاتی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کارڈ کا استعمال جائز نہیں ہے، الا یہ کہ ڈیبٹ کارڈ چارج کارڈ الگ سے مہیانہ ہو اور اس

کو ڈیبٹ کارڈ، چارج کارڈ کی طرح مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ ان تمام کارڈز کو "کریڈٹ کارڈ" کہا جاتا ہے، لیکن جو اصلاً کریڈٹ کارڈ ہے اس کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ کریڈٹ کارڈ کا اطلاق مذکورہ بالا پہلی دو قسموں پر کیا جائے تو ان کا استعال جائز ہے۔[31]

کریڈٹ کارڈ کی تین بڑی اقسام:

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کریڈٹ کارڈ کی بڑی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

سلور یا عام کارڈ: اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کارڈ ہولڈر کو ایک بڑے حد تک قرض لینے کی اجازت کے بعد اس لمیٹڈ حد سے تجاوز نہیں کر سکتا، مثلاً دس ہزار ڈالر سے تجاوز نہیں کر سکتا ہے۔

گولڈن یا عمدہ کارڈ: اسکی خصوصیت یہ کہ اس میں کارڈ ہولڈر کو مذکورہ بالا حد سے زیادہ قرضہ کے حصول پر قدرت دی جاتی ہے۔ اسمیں قرض لینے کا کوئی حد متعین نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ امریکن ایکسپریس کارڈ جو کہ دولتمند لوگوں کو بڑی فیس کے عوض جاری کیا جاتا ہے۔

پلاسٹک کارڈ: یہ کارڈ بہت سارے فوائد پر مشتمل ہوتا ہے مثلاً چھوٹے، بڑے قرضہ جات کی حصول پر، اچانک ایمرجنسی وحادثات کی صورت میں انشورنس کی سہولت، کارڈ غائب ہو جائے تو دوسرا کارڈ مفت ملنے کی سہولت، ہوٹلوں میں رعایت، اگر کرایہ پر گاڑی چاہئے تو اس میں ڈسکاؤنٹ کے حصول کی آسانی، بغیر اضافی رقم چارج کئے سیاحتی چیک لینے کی سہولت وغیرہ۔ اس کی بہت ساری مثالیں ہیں مثلاً: ویزا کارڈ ہے، ماسٹر کارڈ ہے، ڈنر کارڈ، امریکن ایکسپریس۔ عصر حاضر میں اس کا بہت ہی عام رواج ہو چکا ہے، یہ تین اقسام پر مشتمل ہوتا ہے: گرین، گولڈن، والماسیۃ۔ اس میں مزید مندرجہ ذیل فوائد شامل ہیں:

(الف) یہ فکس تناسب کے ساتھ ٹائم کے لحاظ سے اضافہ در اضافہ ہونے والے دَین کا حقیقی ویقینی واسطہ ہے۔ جس کا حتمی ویقینی تعین وہ ادارہ کرتا ہے جو کہ اس کارڈ کو جاری کرتا ہے اور یہ کارڈ دَین کی ادائیگی کا بھی واسطہ ہے۔

(ب) کارڈ ہولڈر جو بھی سروس حاصل کرتا ہے یا اس کارڈ کے ذریعے جن اشیاء کی خریداری کرتا ہے اس کی ادائیگی بھی اسی کارڈ کے ذریعے کرتا ہے اور متعینہ قرضہ جات جن کی اس کو اجازت دی جاتی ہے تو اس لمیٹڈ کیش کو بھی اس کے ذریعے نکال سکتا ہے۔ یہ تو اس صورت میں کہ جب کوئی حد متعین کی گئی ادارے کی طرف سے اور اگر کوئی حد مقرر نہ کی گئی ہو تو جتنی مرضی چاہے اتنی رقم اس کارڈ کے ذریعے بینک سے نکال سکتا ہے۔

(ج) اس کارڈ کے ہولڈر سے مزید سود لگائے بغیر واجب فی الذمہ رقم واپس لینے کی سہولت میسر ہو جاتی ہے، جس طرح کہ اس کارڈ ہولڈر کو ایک فکس ٹائم دیا جاتا ہے اور یہ سہولت بھی دی جاتی ہے کہ قرض مؤجل سود سمیت جب چاہے ادا کر دے، لیکن کارڈ ہولڈر کو کیش نکالنے کے اعتبار سے کوئی ڈھیل حاصل نہیں ہوتی ہے کہ جب چاہے قرض لے لے، بلکہ ایک خاص ٹائم میں قسطوں کی صورت میں قرضہ حاصل کر سکتا ہے۔

(د) بسا اوقات یہ کارڈ ان گاہکوں کیلئے بھی جاری کیا جاتا ہے کہ جن کا کوئی بھی بینک بیلنس سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے یا ان کارڈ ہولڈروں کی مالی حیثیت کا کوئی شمار نہیں ہوتا ہے۔

(ھ) برطانیہ میں اس کارڈ کے جاری کرنے پر کسی قسم کا کوئی بھی رقم سالانہ فیس کے نام سے نہیں دی جاتی ہے، یا ہوتی ہے تو معمولی قسم کا ہوتا ہے جس طرح کہ امریکا میں ہوتا ہے۔ تقریباً تمام بینکوں کی آمدنی کا انحصار کاروباریوں سے وصول کی جانے والی کیش پر اکثر رہتا ہے۔

عصر حاضر میں کارڈ جاری کرنے والے ادارے اور تاجر کے مابین بیع کا تعلق

علامہ منظور احمد الازہری لکھتے ہیں کہ: بیع کا تعلق کارڈ جاری کرنے والے ادارے اور تاجر کے مابین اس بات پر ہوتا ہے کہ تاجر اس سے کم سے کم قیمت پر فروخت کر کے دے گا۔ بیع کا دوسرا تعلق بینک اور حاملِ کارڈ کے مابین اس بات پر ہوتا ہے کہ بینک اس کو کوئی بھی چیز اس کی اصل قیمت سے زائد پر فروخت کر کے دیگا۔ مذکورہ صورت میں بینک ہی اصل مشتری ہے جو کہ اپنے گاہک کو اس کی ضرورت کی تمام اشیاء خرید کر دیتا ہے جس پر کچھ معاملات کی صورتیں بھی دلالت کر رہی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: کاروباری ادارے کارڈ ہولڈر کو نہیں پہچانتے ہیں، بلکہ جس بینک کا کارڈ ہوتا ہے اس بینک کو پہچان کر اس سے لین دین کا معاملہ کرتے ہیں۔ گاہک کی طرف سے خریدی ہوئی تمام اشیاء کی قیمت کارڈ جاری کرنے والا بینک ادا کرتا ہے نہ کہ مشتری جو کہ صرف کارڈ ہولڈر ہے۔[32]

کارڈ جاری کرنے میں مختلف فریقوں کے بیعاًفوائد:

جیسا کہ جدید فقہی مباحث میں مولانا احسان الحق نے اس کو عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے:

کارڈ ہولڈر کو حاصل ہونے والے بیعاًفوائد:

کارڈ ہولڈر کو خریداری وغیرہ کرنے کے لئے رقم نکالنے کے لئے بینک نہیں جانا پڑتا اور چیک جمع کر کے اس کی رقم لینے کے لئے انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ خریداری وغیرہ کے لئے اسے چیک نہیں دینا پڑتا۔ کریڈٹ کا انحصار اس کارڈ کے معتبر ہونے پر ہوتا ہے۔ کارڈ ہولڈر کو بینک کے ذریعہ ادائیگی کی تاریخ تک انٹرسٹ فری کریڈٹ ملتا ہے۔ عام طور پہ خریداری پر دوکاندار کے ذریعہ کارڈ ہولڈ کو ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے۔ کارڈ ہولڈر کو اضافی فوائد مثلاً مفت انشورنس، بونس پوائنٹ اور تحائف حاصل ہوتے ہیں۔

تجارتی مراکز کو حاصل ہونے والے بیعاًفوائد:

دوکانداروں وغیرہ کو رقم وصول کرنا، اس کی گنتی کرنا اور اسے بینک میں جمع کرانا نہیں پڑتا، لہٰذا وقت کی بچت بھی ہوتی ہے اور بینک کو رقم منتقل کرنے میں پیش آنے والے خدشات و خطرات سے بچاؤ بھی ہوتا ہے۔ کارڈ قبول کرنے سے ان کی فروخت کا دائرہ بڑھتا ہے۔ جس رقم کا سامان وہ فروخت کر رہا ہے اس کی وصول یابی یقینی ہوتی ہے۔ جب کریڈٹ ادھار کی سہولت ہوتی اور ڈسکاؤنٹ مل رہا ہے تو خریدار زیادہ سے زیادہ خریداری کرتے ہیں، اس طرح یہ سامان کی فروخت بڑھانے کا بھی ذریعہ ہے۔

بینکوں کو حاصل ہونے والے بیعاًفوائد:[33]

کسٹمر کو بار بار بینک آنے کی ضرورت نہیں ہوتی، لہٰذا بینک کے عملے کو ان کی خدمات فراہم نہیں کرنا پڑتی، عملے کو کم کام کرنا پڑتا ہے۔ فیس کی شکل میں اور سود کی شکل میں اضافی رقوم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ بینک ادائیگی کے لئے رکھی جانے والی نقد رقم میں کمی کر سکتے ہیں۔ ایشو کئے جانے والے چیک کی تعداد میں قابل قدر کمی ہوتی ہے، لہٰذا ان چیکوں کو وصول کرنا اور ان پر رقم کی ادائیگی وغیرہ کا کام بھی کم ہو جاتا

ہے۔ بینک مختلف اسکیمیں، مختلف کارڈز وغیرہ کی تشہیر کر کے اپنے کسٹمر کا دائرہ بڑھا سکتے ہیں۔ فیس کی شکل میں اور سود کی شکل میں اضافی رقوم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔[34]

کریڈٹ کارڈ کی شرعی و فقہی حیثیت اور عصر حاضر کے علماء:

مفتی تقی عثمانی فتاویٰ عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کارڈ کا استعمال جائز نہیں ہے، الا یہ کہ ڈیبٹ کارڈ چارج کارڈ الگ سے مہیانہ ہو اور اس کو ڈیبٹ کارڈ چارج کارڈ کی طرح مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ ان تمام کارڈز کو "کریڈٹ کارڈ" کہا جاتا ہے، لیکن جو اصلاً کریڈٹ کارڈ ہے اس کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ کریڈٹ کارڈ کا اطلاق مذکورہ بالا (ڈیبٹ اور چارج کارڈ) پہلی دو قسموں پر کیا جائے تو ان کا استعمال جائز ہے۔[35]

مفتی تقی عثمانی مزید تفصیل کے ساتھ فقہی مقالات میں کریڈٹ کارڈ کے حکم شرعی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: کفیل کیلئے نفس کفالت پر تو اجرت لینا جائز نہیں لیکن اگر کفیل کو اس کفالت پر کچھ عمل بھی کرنا پڑتا ہے، مثلاً اس کے بارے میں اس کو لکھنا پڑھنا پڑتا ہے، اور دوسرے دفتری امور بھی انجام دینے پڑتے ہیں، یا مثلاً کفالت کے سلسلہ میں اس کو مضمون لہ (جس کیلئے ضمانت لی گئی) اور مضمون عنہ (جس کی طرف سے ضمانت لی گئی) سے ذاتی طور پر خط و کتابت کے ذریعے رابطہ کرنا پڑتا ہے اس قسم کے دفتری امور کو تبرعاً انجام دینا ضروری نہیں، بلکہ کفیل کیلئے مکفول لہ سے یا مکفول عنہ سے ان تمام امور انجام دینے پر اجرت مثل کا مطالبہ کرنا جائز ہے، آج کل جو بینک کسی کی ضمانت لیتے ہیں تو وہ صرف زبانی ضمانت نہیں لیتے بلکہ اس ضمانت پر بہت سے دفتری امور بھی انجام دیتے ہیں، مثلاً خط و کتابت کرنا، کاغذات وصول کرنا پھر ان کو سپرد کرنا اور رقم وصول کرنا پھر اس کو بھیجنا وغیرہ ان کاموں کیلئے اسے ملازمین، عملہ، دفتر عمارت اور دوسری ضروری اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے بینک جو یہ تمام امور انجام دے رہا ہے یہ فری فنڈ میں انجام دینا اس کے لئے واجب نہیں، چنانچہ ان امور کی انجام دہی کے لئے بینک کے لئے اپنے گاہکوں سے مناسب اجرت لینا جائز ہے۔[36]

کارڈ جاری کرنے والے اداروں کے لیے ایک متعینہ پرسنٹ لینے کا حکم شرعی:

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ، بینک بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ بھی بنتا ہے اور بحیثیت دلال یا وکیل کے بہت سے امور انجام دیتا ہے، اور شرعاً دلالی اور وکالت پر اجرت لینا جائز ہے، لہذا ان امور کی ادائیگی میں بھی بینک کے لئے اپنے گاہک سے اجرت کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔[37]

پروفیسر الصدیق محمد امین الضریر کریڈٹ کارڈ کے حکم کے بارے میں لکھتے ہیں: وھذا النوع من البطاقات لاخلاف فی عدم جواز اصدارہ والاشتراك فیه شرعا۔۔۔۔۔ الخ[38]۔ یعنی کریڈٹ کارڈ کے بارے میں جتنے بھی رائٹرز ہیں انہوں نے یہی لکھا ہے کہ یہ کارڈ سودی فوائد پر مشتمل ہوتا ہے اور اس بات کا علم طرفین دونوں کو ہوتا ہے یعنی بینک اور کارڈ ہولڈر کو جیسا کہ اس کی حقیقت کے بارے میں ڈاکٹر عبد الوہاب ابو سلیمان نے لکھا ہے کہ یہ دائن اور مدیون کے درمیان ایک ربط ہے کہ کارڈ ہولڈر بینک کی جانب سے فکس کئے ہوئے شرح سود لازم کریگا۔ اس قسم کے کارڈز کے عدم جواز میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے یعنی نہ جاری کرنا جائز ہے اور نہ ہی لینا جائز ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی اپنی مشہور کتاب (فتاویٰ عثمانی) میں فرماتے ہیں کہ:سالانہ فیس کا قرض سے کوئی تعلق نہیں، دراصل کارڈ جاری کرنے والا اور بھی بہت سی خدمات فراہم کرتا ہے، جن میں کارڈ کا اجراء، اس کے حامل کو مختلف سفری سہولیات فراہم کرنا، دنیا کے ہر خطے میں کارڈ کی گمشدگی کی صورت میں متبادل کارڈ کی فراہمی، کارڈ کے حامل کا پوراحساب رکھناوغیرہ۔ ان تمام خدمات کی اجرت سالانہ فیس کے ذریعے وصول کی جاتی ہے، چاہے کوئی شخص اس کارڈ کے ذریعے خریداری کرے یا نہ کرے، یعنی قرض وجود میں آئے یا نہ آئے، لہٰذا اس فیس کی وجہ سے کارڈ کا ممبر بننا ناجائز نہیں، البتہ جب کارڈ کو استعمال کیا جائے تو مقررہ مدت کے اندر اندر اس کی ادائیگی کا اہتمام ضروری ہے، تاکہ سود نہ لگے اور اس کے لئے بہتر طریقے یہ ہے کہ Direct Debit کا طریقہ اختیار کیا جائے، یعنی کارڈ والے براہ راست آپ کے بینک سے بل کی رقم وصول کرلیں، تاکہ غیر ارادی طور پر بھی تاخیر کی وجہ سے سود عائد نہ ہو۔ واللہ سبحانہ اعظم۔ احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔9/3/1418ھ (فتویٰ نمبر 2/273)فتاوی عثمانی کے حاشیہ میں ان کارڈز کی تشریح کچھ اسطرح مذکور ہے: دراصل آج کل رائج کارڈوں کی تین قسمیں ہیں: ڈیبٹ کارڈ، چارج کارڈ، اور کریڈٹ کارڈ۔ ان میں سے ڈیبٹ کارڈ اور چارج کارڈ کا مذکورہ بالا حکم بیان کیا گیا ہے اور ان دونوں کارڈوں پر بھی کریڈٹ کارڈ کا اطلاق کیا جاتا ہے، تاہم جہاں تک اصل "کریڈٹ کارڈ" کا تعلق ہے تو اس کا استعمال ان دونوں کارڈوں کے میسر نہ ہونے کی صورت میں انہی کی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جائز ہے، ورنہ نہیں۔ ان تینوں کا تعارف اور ان کا تفصیلی حکم حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ کی ہدایت اور نگرانی میں لکھے گئے ان کے مصدقہ درج ذیل فتویٰ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آج کل رائج کارڈ کی تین اقسام پائی جاتی ہیں:

ڈیبٹ کارڈ Debit Card، چارج کارڈ Charge Card، کریڈٹ کارڈ Credit Card[39]

کریڈٹ کارڈ کی بنیادوں کا شرعی جائزہ:

مفتی سید باقر ارشد جدید فقہی مباحث میں تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں کہ: کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں ایک سوال یہاں یہ اٹھتا ہے کہ کارڈ ہولڈر کیلئے یہ لازمی ہے کہ وہ واجب الادا رقم کا کم از کم پانچ فیصد ہر ماہ بینک کو ادا کرے اور بقیہ رقم سہولت کے مطابق ادا کرسکتا ہے، لیکن اس کیلئے بھی بینک ایک مدت تک مہلت دیتا ہے، اگر اس کے اندر اس کی ادائیگی کردی گئی تو اس صورت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، ہاں اگر ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو ایسی صورت میں سود کیساتھ اس رقم کو ادا کرنا ہوگا جو عموماً ایک فیصد سے 5 فیصد تک ہوتا ہے۔ یہ زیادہ رقم شرعی اعتبار سے سود ہے اور سود کا لینا دینا دونوں حرام ہیں، اس لئے کارڈ ہولڈر ایسے سود کے معاملہ سے بچنے کیلئے وقت مقررہ پر واجب الاداء رقم ادا کردے کیونکہ مال قرض میں مشروط اضافہ سود کے مشابہ ہے۔ ہاں یہ اس وقت ہے جب قرض کے معاملہ میں اضافہ کی شرط رکھی گئی ہو کیونکہ سود یا ربا اس اضافہ کو کہتے ہیں کہ جس کی معاملہ میں شرط رکھی گئی ہو۔ حدیث کے مطابق لوگوں میں بہترین وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں سب سے اچھے ہیں اس اعتبار سے از خود قرض ادا کرنے والا اپنی جانب سے کچھ اضافہ کرسکتا ہے مگر قرض دیتے وقت اس طرح کی کوئی شرط لگانا کہ قرض واپس کرتے وقت کچھ اضافہ دینا ہوگا یہ ناجائز ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ اضافہ کمیت میں نہ ہو بلکہ خاصیت میں ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ سو روپے لے تو سو روپے ہی واپس کرے، ہاں قرض لیتے وقت نوٹ خراب ہوں تو قرض کی ادائیگی کرتے ہوئے اچھے نوٹ دے سکتا ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہاں کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں یہ شرط پہلے ہی رکھ دی جاتی ہے کہ قرض کی تاخیر کی صورت میں کچھ افزود رقم دی جائے، لہٰذا ایسی رقم کا دینا اور لینا جائز نہیں۔ البتہ اس شرط سے کریڈٹ کارڈ کا سارا معاملہ غلط یا ناجائز نہیں ہو جاتا، بلکہ حنیفہ کے نزدیک قرض کے ساتھ اگر کوئی ناجائز شرط لگا دی جائے، تو ایسی صورت میں قرض کا معاملہ تو صحیح ہو گا، لیکن شرط باطل ہو جائے گی، اس لحاظ سے ایسی شرط لگا دینے کی بنیاد پر کریڈٹ کارڈ کا معاملہ باطل نہیں ہو جاتا، بلکہ وہ معاملہ صحیح ہو گا اور ناجائز شرط جو لگائی جائے گی وہ باطل ہو جائے گی۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: "جس مال کا مبادلہ مال سے ہو وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے، جیسے بیع وغیرہ اور جس مال کا مبادلہ مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا، جیسے قرض وغیرہ۔ اس لئے کہ شرط فاسد سود سے متعلق اور سود معاوضات حالیہ سے ہے، نہ کہ اس کے غیر سے تو وہاں صرف شرط ہی باطل ہو گی۔ نیز ردالمحتار میں ہے کہ، (والقرض) کأ قرضك هذة المائة بشرط تخدمی سنة، وفی البزازية: وتعليق القرض حرام والشرط لايلزم "یعنی مقروض نے کہا کہ میں نے تجھ کو ایک ہزار قرض دیا، اس شرط پر کہ تو ایک سال میں میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا، بزازیہ میں ہے کہ قرض کی تعلیق حرام ہے اور شرط لازم نہیں ہوتی۔[40]

شیخ عبدالمجید محمد سوسوہ لکھتے ہیں: بینک کی طرف سے کارڈ ہولڈر پر عائد کی گئی رکنیت کی فیس، اسی طرح تجدیدِ کارڈ کی فیس جائز ہے، اس لئے کہ وہ بینک کی طے کردہ اجرت ہے، جو کارڈ جاری کرنے اور اس کیلئے کی جانے والی دفتری کاروائیوں کا عوض ہے بشرطیکہ یہ فیس اس طرح کے کاموں کیلئے عام طور سے لی جانے والی فیس سے زائد نہ ہو۔ وہ کمیشن شرعاً جائز ہے جسے بینک اس بل کی قیمت پر لازم کرتا ہے جس کا کارڈ ہولڈر کے ساتھ معاملہ کرنے والا تاجر مستحق ہے، یہ بینک کی اجرت ہے جو وہ تاجر کے قرض داروں سے اس کی رقم کے حصول کیلئے کی جانے والی کوششوں پر لیتاہے۔ وہ انشورنس جو کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے بینک کی جانب سے کریڈٹ کارڈ ہولڈر کو دیا جاتا ہے، دراصل اس تجارتی انشورنس کے قبیل سے ہے جو شرعاً حرام ہے۔ کریڈٹ کارڈ ہولڈر کو دیئے جانے والے انعامات و تحائف بینک کی طرف دیا جانے والا عطیہ ہے بشرطیکہ انہیں قبول کرنے والے پر کوئی مالی پابندی نہ عائد ہوتی ہو۔ اس عطیہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال وہ عاریت ہے جو بعض تجارتی مراکز کی طرف سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ سامان خریدنے والے کو دی جاتی ہے، یہ تاجر کی طرف سے کارڈ ہولڈر کو دی جانے والا عطیہ ہے جو تجارتی تشہیر کے قبیل سے ہے۔ کارڈ کے ذریعہ سامان فروخت کرنے کی صورت میں بعض تجارتی مراکز کی طرف سے سامان کی قیمتوں میں کیا جانے والا اضافہ درست ہے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ خریدار کو دونوں طرح کی بیع کا اختیار ہوتا ہے، وہ چاہے تو کم قیمت دیکر نقد خریداری کرے یا کارڈ کے ذریعہ زیادہ قیمت دے کر سامان خریدے، جب تک وہ کارڈ کے ذریعہ خریداری پر راضی ہے اس وقت تک اس کی طرف سے زیادہ قیمت ادا کئے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ سونے یا چاندی کی خریداری میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی صرف اس کارڈ کو مشین سے گزار دینے پر پوری ہو جاتی ہو، اس طور پر کہ بینک خریدار کی طرف سے رقم کی کٹوتی کر کے اسے فروخت کنندہ کے کھاتے میں فوراً شامل کر دے، اس صورت میں مجلس عقد ہی میں عوضین پر قبضہ مکمل ہو جاتا ہے، جب کہ مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ متحقق نہ ہونے کی صورت میں کارڈ کے ذریعہ سونے اور چاندی کی فروخت حرام ہے اور یہ اس صورت میں ہو گا جب کارڈ کے مشین سے گذارنے سے کارڈ ہولڈر یا اس کو قرض دینے والے کے کھاتے سے فوری طور پر رقم وضع نہ ہوتی ہو بلکہ بینک کو محض

رقم کے اندراج کی رسید پہنچ جاتی ہو اور رقم کی کٹوتی اور فروخت کنندہ کے کھاتے میں اس کا اندراج ایک یا دو دن کے بعد ہوتا ہو۔[41]

کریڈٹ کارڈ پر تنقیدانہ جائزہ اور اس کے نقصانات:

مولانا احسان الحق لکھتے ہیں:(1) تو یہ ادھار لینے کی عادت ڈالتا ہے۔(2) جب کریڈٹ (ادھار پر سامان لینے کی سہولت) حاصل ہو تو کارڈ ہولڈر عام طور پر نقد رقم سے کی جانے والی خریداری کی بہ نسبت زیادہ خریداری کرتا ہے اور اپنے بجٹ سے آگے نکل جاتا ہے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسٹمر کی بڑی تعداد وقت پر ادائیگی نہیں کر پاتی اور انہیں سود کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے، یہ بعض اوقات بل نہ وصول ہونے یا بل دیر سے وصول ہونے کی وجہ سے یا کارڈ ہولڈر کی لاپرواہی سے ادائیگی دیر سے کرنے سے ہوتا ہے۔(3) چونکہ سودی بنیاد پر کریڈٹ بہ آسانی حاصل کیا جاسکتا ہے، لہذا کارڈ ہولڈر اس کا استعمال بے دریغ کرتا ہے۔[42]

حوالہ جات

---

[1] ابو الحسن علی بن الحسین بن محمد، النتف فی الفتاوی ،دار الفرقان ، بیروت، ط1404، 2ھ، 1984م، ج1، ص435-438

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] ایضاً

[6] ایضاً

[7] ایضاً

[8] ایضاً

[9] ایضاً

[10] ایضاً

[11] ایضاً

[12] ایضاً

[13] ایضاً

[14] محمدبن احمد بن ابی احمد ابو بکر علاء الدین السمرقندی ،تحفة الفقهاء، دار الكتب العلمية بيروت، ط1414، 2ھ، 1994م، ج1، ص7

[15] الکاسانی الحنفی، علاء الدین ، ابو بکر بن مسعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیه، 1406ھ، ج5، ص134

[16] خلیل خیل، مفتی محمد حسین، آسان فقہ المعاملات، الحجاز، کراچی، ج1، ص39 / مجلة الاحكام، لجنة من علماء الخلافة العثمانية، ماده241

[17] خلیل خیل، مفتی محمد حسین، آسان فقہ المعاملات، الحجاز، کراچی، ج1، ص39-40 / شرح المجلہ للاتاسی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج2، ص91

[18] خلیل خیل، مفتی محمد حسین، آسان فقہ المعاملات، الحجاز، کراچی، ج1، ص41-42

[19] خلیل خیل، مفتی محمد حسین، آسان فقہ المعاملات، الحجاز، کراچی، ج1، ص44 / بدائع الصنائع، المکتبة العلمية، ج4، ص181

[20] خلیل خیل، مفتی محمد حسین، آسان فقہ المعاملات، الحجاز، کراچی، ج1، ص47

[21] پروفیسر ڈاکٹر محمد نعیم صدیق، اسلام اور جدید معاشی تصورات، جدید مکتبہ دانیال، ص324

[22] ایضاً، ص325

[23] ایضاً

[24] الفیروز آبادی، ابوطاہر محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مکتب تحقیق التراث فی مؤسسۃ الرسالۃ، ط8، 1426ھ، ج1، ص868

[25] محمد بن محمد بن عبدالرزاق الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس، دارالهدایہ، ج25، ص85

[26] مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاہرۃ ابراہیم مصطفیٰ، احمد الزیات، حامد عبدالقادر، محمد النجار، المعجم الوسط، دارالدعوۃ، ج1، ص61

[27] جمال الدین، محمد طاہر بن علی الصدیقی الہندی الفتنی الکجراتی، مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ج1، ص183

[28] عبداللہ بن سلیمان بن عبدالعزیز الباطوت، العدل، الریاض، البطاقات المعاملات المالیہ، ص10، www.kantakji.com/financial

[29] مفتی محمد تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ج3، ص354-355

[30] وہبۃ الزحیلی، المعاملات المالیۃ المعاصرہ، دارالفکر المعاصر بیروت، دارالفکر دمشق، ص544-545

[31] مفتی محمد تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ج3، ص354-355

[32] وہبۃ الزحیلی، المعاملات المالیۃ المعاصرہ، دارالفکر المعاصر بیروت، دارالفکر دمشق، ص544-545

[33] منظور احمد الازہری، موقف الشریعۃ الاسلامیۃ من البطاقات البنکیۃ، کتبۃ الصحابۃ الامارات، 203---20

[34] جدید فقہی مباحث، بحث وتحقیق اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی، ج23، ص49-50

[35] مفتی محمد تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ج3، ص354-355

[36] مفتی تقی عثمانی، فقہی مقالات، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، ج1، ص302

[37] ایضاً

[38] پروفیسر الصدیق محمد الامین الضریر، المؤتمر مجمع الفقہ الاسلامی، منعقدہ: ریاض، 23-28 ستمبر 2000ء، جمادی الاخریٰ 1421ھ، مجلہ المجمع الفقہ الاسلامی، شمارہ: 12-3/592۔ http://minhajcanal.blogspot.com/2016/03/pdf.html

[39] مفتی محمد تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ج3، ص354-355

[40] جدید فقہی مباحث، بحث وتحقیق اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، ج23، ص158-162

[41] ایضاً، ج23، ص92-94

[42] ایضاً، ج24، ص53